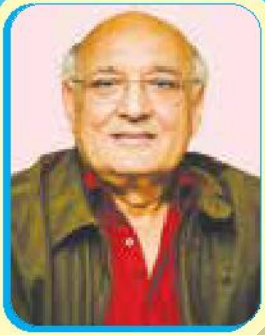

امجد اسلام امجد
(۱۹۴۴ء۔ ۲۰۲۳ء)

امجد اسلام امجد لاہور میں پیدا ہوئے۔ اُنھوں نے اسلامیہ کالج، سول لائنز لاہور سے بی۔اے کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور سے اُردو میں ایم۔اے امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد انھوں نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز ایم اے او کالج، لاہور سے کیا جہاں ۱۹۶۸ء سے لے کر ۱۹۷۵ء تک شعبۂ اردو میں لیکچرر رہے۔ کچھ عرصے بعد اسی ادارے میں ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۷ء تک ایسوسی ایٹ پروفیسر رہے اور پھر ۱۹۹۷ء سے لے کر ریٹائرمنٹ تک چلڈرن لائبریری کمپلیکس اور اردو سائنس بورڈ، لاہور سے ڈائریکٹر جنرل کی حیثیت سے وابستہ رہے۔

امجد اسلام امجد نے بطور شاعر، ڈراما نویس، سفرنامہ نگار، نقاد اور مترجم کی حیثیت سے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ خاص طور پر وہ ٹیلی ڈراما نویس کی حیثیت سے کافی معروف ہوئے۔ انھیں ۱۹۸۷ء میں تمغائے حسنِ کارکردگی، ۱۹۹۸ء میں ستارۂ امتیاز اور ۲۰۲۳ء میں ہلالِ امتیاز کے اعزازات سے نوازا گیا۔

انھوں نے بے شمار ڈرامے لکھے جن میں ''وارث''، ''اپنے لوگ'' اور ''دہلیز'' کو عوام و خواص نے بہت پسند کیا اور انھیں بشمول چینی زبان کے کئی زبانوں میں ''ڈب'' کیا گیا۔ امجد اسلام امجد اپنے حوالے سے ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''میری زندگی کے اہم اور دل چسپ واقعات بہت سے ہیں۔ مثلاً: یہی بات اپنی جگہ بہت اہم ہے کہ میں اپنی زندگی کے دوران میں کرکٹ کا کھلاڑی تھا اور اسی میدان میں نام پیدا کرنا چاہتا تھا مگر آگے چل کر میری پہچان شاعری اور ڈراما بنے۔''

ڈراما دہلیز کے ہدایت کاروں میں قنبر علی شاہ، یاور حیات، کنور آفتاب احمد اور نصرت ٹھاکر تھے۔ اس ڈرامے میں محمد قوی خان، روحی بانو، عظمیٰ گیلانی، محبوب عالم، فردوس جمال، اورنگزیب لغاری، مونا صدیقی، خورشید کمال اور جمیل فخری سمیت دیگر فنکاروں نے اپنی اداکاری کے جوہر دکھائے۔ یہ ڈراما 1981ء میں پہلی بار پاکستان ٹیلی ویژن پر دکھایا گیا۔

امجد اسلام امجد کی اہم تصانیف میں ''بارش کی آواز''، ''شام سرائے''، ''اتنے خواب کہاں رکھوں''، ''ساتواں در''، ''برزخ'' (شعری مجموعے) اور ''وارث''، ''دہلیز''، ''سمندر''، ''گردش''، ''دن''، ''رات''، ''وقت'' (ڈرامے) وغیرہ شامل ہیں۔

Web version of PECTAA Not for Sale

سبق: ۱۰

دہلیز

تدریسی مقاصد:

- طلبہ کو فنِ ڈراما نگاری سے آشنا کرنا۔
- اُردو ادب میں ڈراما نگاری کی روایت اور نمایندہ ڈراما نگاروں کے بارے میں معلومات فراہم کرنا۔
- امجد اسلام امجد کی شخصیت اور مختلف ادبی، شعری جہات کے بارے میں بتانا۔
- ڈراما ''دہلیز'' کا فکری اور فنی جائزہ لینا۔

[**تعارف:** احمد علی ایک کاروباری شخص ہے جو شہر میں ایک نئے پلازے کی تعمیر کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ نقشہ نویس رحمٰن کا مشورہ ہے کہ پلازے سے ملحقہ مکان اگر شامل ہو جائے تو گراؤنڈ فلور پر سینما بھی تعمیر ہو سکتا ہے۔ مطلوبہ مکان احمد علی کے رشتے کے بھائی فقیر حسین کا ہے۔ احمد علی، فقیر حسین کو مختلف حیلوں بہانوں سے مکان بیچنے پر راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے، اسے بہتر متبادل مکان کا لالچ بھی دیتا ہے لیکن فقیر حسین راضی نہیں ہوتا۔ احمد علی کا بیٹا عابد زبردستی مکان حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ فقیر حسین، اس کا بیٹا اختر اور بیٹی سعیدہ، عابد کے ناجائز حربوں سے بہت تنگ رہتے ہیں۔ اختر کا ایک دوست رفیق ہے جو بظاہر ایک بُرا اور جرائم پیشہ نوجوان ہے، وہ اختر کی مدد کرتا ہے۔ ایک کردار جاگیر دار جہاں گیر کا ہے جو زمین کو اپنے ناجائز مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔ آخرِ کار قدرت انتقام لیتی ہے اور جہاں گیر کی حویلی کو آگ لگتی ہے جس سے وہ جل کر مر جاتا ہے۔ احمد علی اور فقیر حسین کے گھرانوں کے درمیان کش مکش جاری رہتی ہے۔ احمد علی بیمار ہوتا ہے تو فقیر حسین بڑے خلوص کے ساتھ اس کی تیمارداری کرتا ہے۔ آخر کار ان کے خاندان کی رنجشیں ختم ہو جاتی ہیں۔ احمد علی کا ایک بیٹا خالد ہے جو نیک فطرت ہے اور فقیر حسین کی بیٹی سعیدہ میں دلچسپی رکھتا ہے۔ سعیدہ بھی اس کے لیے پسندیدہ جذبات رکھتی ہے لیکن آخر میں وہ رفیق کے باطنی کردار سے متاثر ہو کر اس کا اخلاقی سہارا بننے کی خاطر اس کے ساتھ شادی کا فیصلہ کر لیتی ہے۔]

کردار:

فقیر حسین	اختر	سعیدہ	احمد علی	خالد
نیلم	عابد	رفیق	سلامت	جہاں گیر
سلمٰی				

باب: ۱۹، سین: ۱۴

رفیق کا ڈیرا: (سعیدہ اور اختر قدرے EXCITED (پُرجوش) انداز میں آتے ہیں۔ ڈیرا خالی ہے۔ چاروں طرف دیکھتے ہیں۔)

اختر: رفیق صاحب!

سعیدہ: کہاں گیا وہ۔۔۔ رفیق۔۔۔ رفیق صاحب۔۔۔ رفیق صاحب!

(بے چینی سے چاروں طرف دیکھتی ہے۔۔۔)

Web version of PECTAA Not for Sale

میں نے کہا بھی تھا کہ۔۔۔

(ایک دم اندرونی دروازے کو کھلتے ہوئے دیکھ کر رُکتی ہے۔ رفیق دروازے میں خاموش کھڑا ہے۔ اس کے پیچھے سلامت ہے، اختر ان کی طرف بڑھتا ہے۔)

اختر: (اطمینان کا سانس لیتے ہوئے) اوہ! ہم تو گھبرا ہی گئے تھے۔۔۔۔۔۔

سلامت: (آگے آتے ہوئے) السلام علیکم باجی جی۔۔۔ کیا حال ہے یار باؤ؟

اختر: تمھاری دعا ہے سلامت۔ آپ کے لیے ایک خوش خبری ہے رفیق صاحب!

سعیدہ: (بچوں کی طرح جلدی سے بات کرتی ہے) سردار جہانگیر جل کر مر گیا ہے۔ (رفیق اثبات میں سر ہلاتا ہے)

سعیدہ: (حیرت سے) آپ کو پتا لگ گیا ہے؟

رفیق: جی ہاں۔ آپ نے مجھے اس سے دور رہنے کو کہا تھا، غافل رہنے کو تو نہیں۔

(سعیدہ لاجواب سی ہو کر خواہ مخواہ مسکرا دیتی ہے۔ رفیق ایک دھاگے کو انگلیوں میں بار بار لپیٹتے اور کھولتے ہوئے بولتا ہے۔)

بیٹھیں ناں آپ لوگ۔

اختر: نہیں رفیق صاحب! ہم دراصل یہی بتانے آئے تھے۔

سلامت: لو جی! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ کچھ نہ کچھ تو ہونا چاہیے۔۔۔ آپ بتائیں باجی جی، پیڑوں کی لسّی پیش کروں؟

سعیدہ: (حیرت سے) کیا؟

سلامت: (ہاتھوں سے لسّی بنانے کا سٹائل بناتا ہے) پیڑوں کی لسّی۔۔۔ پیڑے نہیں پتا آپ کو؟ (سعیدہ نفی میں سر ہلاتی ہے) وہ جو ہوتے ہیں، کھوئے کے گول گول۔۔۔ دودھ یا دہی میں ڈال کے بناتے ہیں اس کو۔۔۔ بڑی اعلیٰ نسل کی چیز ہے۔۔۔ بڑی نیند آتی ہے اس کے بعد۔

اختر: (ہنستے ہوئے) یار سلامت! ایک تو تجھے ہر وقت کچھ نہ کچھ کھانے کی پڑی رہتی ہے۔

سلامت: تم مت بولو یار بیچ میں۔ مَیں باجی جی سے پوچھ رہا ہوں۔ تم ایسے ہی خواہ مخواہ۔۔۔

سعیدہ: نہیں سلامت بھائی۔ شکریہ۔ اب ہم چلیں گے۔ (رفیق سے) آپ آئیے ناں کسی وقت۔ ابو بھی پوچھ رہے تھے آپ کو۔

رفیق: (آزردگی سے مسکراتے ہوئے) انھیں میرا سلام کہیے گا۔۔۔ زندگی رہی تو ان شاء اللہ ضرور حاضر ہوں گا۔۔۔ لیکن ہو سکتا ہے اس وقت تک انھیں میرا نام بھی بھول چکا ہو۔۔۔

سعیدہ: کیا؟ کیا مطلب؟

سلامت: (گِلے کے انداز میں) آپ ہی اس کو سمجھائیں باجی جی۔۔۔ میری تو آندریں جواب دے گئی ہیں بحث کر کر کے۔۔۔ استاد خود کو پولیس کے حوالے کر رہا ہے۔

Web version of PECTAA Not for Sale

سعیدہ: (حیرت سے) کیا؟

سلامت: سامنے کھڑے ہیں، پوچھ لیں آپ۔

رفیق: ہاں اختر! سردار جہاں گیر کی موت کے بعد اب میرا اس ڈیرے کو چلانے کا کوئی جواز نہیں رہا۔

اختر: تو آپ چھوڑ دیں اسے۔ کوئی اچھا۔۔۔ کام کریں۔

رفیق: کروں گا، کروں گا، مگر باہر آ کر۔

سلامت: پھر وہی بات۔۔۔ (اختر کو مخاطب کرتے ہوئے) دیکھو یار باؤ، اب جب کہ ہم یہ سارے غلط قسم کے کام چھوڑ رہے ہیں، شریف شہری بننے کا ارادہ کر رہے ہیں، تو کیا یہ کافی نہیں ہے؟ (اختر اثبات میں سر ہلاتا ہے) تو سمجھاؤ پھر ان کو۔ (استاد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔)

رفیق: یہ بات نہیں ہے سلامے۔ شریف آدمی بننے کے لیے مجھے وہ سارے بوجھ اپنی گردن سے اتارنے ہوں گے جو مَیں نے ان بارہ سالوں میں جمع کیے ہیں، سارے جرائم اور غیر قانونی کام جو مَیں کرتا رہا ہوں اُن کا کفارہ ادا کیے بغیر مجھے (اختر اور سعیدہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ سعیدہ چونک کر اس کی طرف دیکھتی ہے۔) ان لوگوں کے ساتھ کھڑا ہونے کا کوئی حق نہیں۔ مَیں کھڑا ہو ہی نہیں سکتا۔

سلامت: پر وہ کام تم نے اپنی خوشی سے تو نہیں کیے تھے۔

رفیق: (زور دیتے ہوئے) کیے تو تھے ناں۔۔۔ قانون تو توڑا تھا ناں۔۔۔ نقصان تو پہنچا ہے ناں لوگوں کو میری وجہ سے۔

سلامت: وہ تو ٹھیک ہے پر۔۔۔ انصاف بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔

رفیق: انصاف ہی کے لیے تو مَیں یہ سب کر رہا ہوں سلامے!

اختر: مگر استاد! سلامت بھی ٹھیک کہہ رہا ہے۔۔۔ بارہ سال میں جو تم پر گزری ہے، یہ کم سزا تو نہیں۔

رفیق: نہیں اختر باؤ نہیں۔ (سعیدہ کی طرف دیکھتا ہے) مَیں ٹھیک کر رہا ہوں ناں سعیدہ بی بی؟

سعیدہ: (پریشانی میں) ہاں۔ رفیق صاحب۔۔۔!

اختر: (احتجاج آمیز انداز میں) یہ کیا کہہ رہی ہو؟

(سعیدہ کوئی جواب نہیں دیتی۔)

رفیق: ضمیر پر بوجھ لے کر آزاد رہنے سے چند سال کی جیل کاٹ لینا برا سودا نہیں ہے اختر!۔۔۔ (جاتے جاتے رُکتا ہے۔) پھر تم بھی کسی جھجک کے بغیر مجھے اپنا دوست کہہ سکو گے۔۔۔ کہو گے ناں!۔۔۔ (اختر اثبات میں سر ہلاتا ہے۔) اچھا سعیدہ بی بی! خدا حافظ!

سعیدہ: خدا حافظ!

سلامت: (بے چینی سے آگے آتے ہوئے) کمال کرتے ہو یار استاد جی۔ تمھارا خیال ہے، ہمارا کوئی ضمیر نہیں ہے۔۔۔ ہمارے اوپر

Web version of PECTAA Not for Sale

کوئی بوجھ نہیں۔ اگر تم نے جیل کی دال روٹی کھانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گا۔۔۔ (سعیدہ سے) انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔

(دونوں جاتے ہیں۔ رفیق چند لمحے دروازے میں رُک کر سعیدہ کی طرف دیکھتا ہے۔)

سین:۱۵

احمد علی کا گھر: (احمد علی آہستہ آہستہ چل رہا ہے۔ سب لوگ اس کی طرف خوش نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔)

فقیر حسین: ذرا آہستہ۔ ڈاکٹر صاحب نے پچاس قدم چلنے کو کہا تھا، یہ نہیں کہا تھا کہ تیز گام کی طرح چلنا ہے۔

(سب ہنستے ہیں۔)

احمد علی: آج میں اتنا خوش ہوں کہ جی چاہتا ہے پیدل ساری دنیا میں گھوم جاؤں۔

نیلم: (شرارت آمیز انداز میں) مگر کراچی سے آگے تو سمندر شروع ہو جاتا ہے ابو!

سلمیٰ: (محبت سے) بہت بدتمیز ہوتی جا رہی ہو تم۔

اختر: جی بالکل۔

نیلم: آپ تو مت بولا کریں بیچ میں۔

احمد علی: کیوں نہیں بولے گا یہ۔۔۔ بلکہ ہم تو ایسا انتظام کر رہے ہیں کہ تم اس کے سامنے بول ہی نہ سکو۔ کیوں سلمیٰ؟

سلمیٰ: یہ پھر بھی باز نہیں آئے گی۔

احمد علی: کیوں؟ ماں سے کچھ نہیں INHERIT کیا اس نے؟

سلمیٰ: کیا؟

احمد علی: میرا مطلب تھا تم سے کچھ نہیں سیکھا اس نے؟

سلمیٰ: اچھا۔

فقیر حسین: کیوں تم دونوں میری بیٹی کے پیچھے پڑ گئے ہو۔ ادھر آؤ بیٹی! تم میرے پاس آؤ۔

(نیلم حیرت سے سب کی طرف دیکھتی ہے۔ ایک دم ان کا مطلب سمجھ کر شرماتی ہے۔ اندر کی طرف بھاگ جاتی ہے۔)

(سب ہنس پڑتے ہیں۔)

احمد علی: میرا خیال ہے، بھائی فقیر حسین، اب جب کہ اللہ نے ہم سب پر مہربانی کر دی ہے تو میں تم سے بھی کچھ مانگ ہی لوں۔

فقیر حسین: (مسکراتے ہوئے) جو مانگنا ہو سیدھی طرح مانگنا، چکر نہ دینا پہلے کی طرح۔

احمد علی: نہیں فقیر حسین! اب ایسا نہیں ہوگا۔ اب میں، خیر چھوڑو اسے۔ سعیدہ بیٹی! ذرا یہاں آنا۔

(سعیدہ چونک کر اس کی طرف دیکھتی ہے۔)

Web version of PECTAA Not for Sale

تم بھی آؤ خالد بیٹا۔

خالد: جی! (اُٹھ کر اس کے پاس بیٹھتا ہے۔)۔ یہاں آؤ بیٹی! میرے پاس۔

سعیدہ: مَیں یہیں ٹھیک ہوں چچا جان۔

احمد علی: ارے نہیں بھئی۔ تمھیں پتا نہیں مَیں تمھیں یہاں کیوں بلا رہا ہوں۔ کیوں فقیر حسین؟
(مسکرا کر اس کی طرف دیکھتا ہے۔ فقیر حسین پہلے مسکراتا ہے پھر غور سے سعیدہ کی طرف دیکھتا ہے۔)

فقیر حسین: کیا بات ہے سعیدہ بیٹی؟

سعیدہ: (اٹکتے ہوئے) ابّو! چچا جان مجھے جس لیے۔۔۔ اپنے پاس بلا رہے ہیں، مَیں۔۔۔ وہ۔۔۔ مَیں نہیں کر سکتی۔

سلمیٰ: (حیرت سے) مگر بیٹی! خالد اور تم تو۔۔۔

احمد علی: ہاں بیٹی! تم دونوں تو۔۔۔

سعیدہ: اس وقت اور بات تھی چچا جان۔۔۔ مَیں۔۔۔ دراصل۔۔۔

فقیر حسین: (حیرت سے) خالد کو تو تم بہت پسند کرتی ہو بیٹی۔

سعیدہ: خالد بہت اچھے ہیں ابّو! بہت اچھے، مگر آپ کہا کرتے ہیں ناں ابّو کہ کسی دوسرے کے لیے کچھ کرنا ہو تو اپنے آپ کو مارنا پڑتا ہے۔ اپنے اندر سے اپنے حصّے سے کچھ کاٹ کر اُسے دینا پڑتا ہے۔

فقیر حسین: ہاں ہاں بیٹی!

سعیدہ: مَیں نے بھی یہی سوچا ہے ابّو۔ ہم سب کے پاس سب کچھ ہے۔ آرام، سکون، توجہ، خوشی، محبت۔ لیکن ایک شخص ایسا ہے ابو جس کے پاس ان میں سے ایک بھی چیز نہیں۔ بالکل اکیلا ہے وہ۔

فقیر حسین: (حیرت سے) کس کی بات کر رہی ہو بیٹی؟

اختر: (چند لمحے سعیدہ کے تذبذب کو دیکھتا ہے اور ایک قدم آگے بڑھتا ہے۔) رفیق؟ تم رفیق کی بات کر رہی ہو ناں؟
(سعیدہ اثبات میں سر ہلاتی ہے۔) مگر سعیدہ۔۔۔ رفیق۔

سعیدہ: تم تو اسے جانتے ہو اختر! ہم سب سے زیادہ جانتے ہو۔ وہ پڑھا لکھا نہیں۔ شکل سے گنوار لگتا ہے۔ اس کا ماضی داغ دار ہے۔ مگر یہ سب کچھ اُس کی اپنی مرضی سے نہیں ہوا۔ اتنی اذیّت اور تکلیف دیکھنے کے باوجود اگر کسی آدمی کے اندر انسان زندہ رہے تو اس کی مدد کرنی چاہیے اختر، حفاظت کرنی چاہیے اس کی۔

اختر: ہاں! یہ تو ٹھیک ہے۔

احمد علی: کون ہے یہ رفیق؟

عابد: ڈیڈ! یہ وہی ہے جس نے مجھے سردار جہاں گیر کی قید سے نکالا تھا۔

Web version of PECTAA Not for Sale

سلمیٰ: کیا کرتا ہے؟

عابد: مگر سعیدہ! وہ تو۔۔۔ اختر بتا رہا تھا کہ HE IS UNDER ARREST (سعیدہ اثبات میں سر ہلاتی ہے۔) تو۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔۔

سعیدہ: کسی اور کو ہو نہ ہو، ہمیں تو پتا ہے عابد کہ اس نے جو کچھ کیا، کیوں کیا تھا۔ اگر ایک گناہ گار توبہ کر لے، کفّارہ ادا کر دے اپنے جرموں کا، سزا بھگت لے اپنی غلطی کی، تو کیا اس کے بعد بھی معاشرہ اسے قبول نہ کرے!

احمد علی: کیوں نہیں کرے بیٹی، مگر اس کے لیے تم۔۔۔ تم کیوں؟

سعیدہ: اس لیے چچا جان کہ اس تصویر کا یہ رُخ صرف ہم لوگوں نے دیکھا ہے۔ اگر ہم اُسے معاف نہیں کر سکتے تو باقی دنیا کیسے کرے گی۔
(فقیر حسین کی طرف دیکھتی ہے۔)
میں نے ٹھیک کہا ہے ناں ابو!

فقیر حسین: تم نے بہت اچھا سوچا ہے بیٹی، لیکن اگر تم نے اسے سہارا دینے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو اُسے کبھی یہ احساس نہ ہونے دینا کہ تم نے اس پر رحم کھا کر اسے قبول کیا ہے۔ احسان کے اظہار سے اس کی برکت زائل ہو جاتی ہے، بیٹی!

سعیدہ: مجھے اس کا احساس ہے ابو! ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ (وہ روتے ہوئے باپ کے سینے سے لگتی ہے۔) مجھے شاید یہ بات اس طرح نہیں کرنی چاہیے تھی۔ ابو! مجھے معاف کر دیجیے۔

(ڈراما: دہلیز)

مشق

ا۔ مختصر جواب دیں:

(الف) "استاد خود کو پولیس کے حوالے کر رہا ہے۔" متن کے مطابق یہ بات کس کردار نے کس کے بارے میں کہی؟

(ب) جب اختر نے رفیق کا نام لیا تو سعیدہ نے رفیق کے بارے میں کن جذبات کا اظہار کیا؟

(ج) "ضمیر پر بوجھ لے کر آزاد رہنے سے چند سال کی جیل کاٹ لینا بُرا سودا نہیں۔" اس جملے کی وضاحت سیاق و سباق کے حوالے سے کریں۔

(د) فقیر حسین نے بیٹی کو کیا نصیحت کی؟

(ہ) ڈراما دہلیز کے اہم کرداروں کا تعارف کروائیں۔

Web version of PECTAA Not for Sale

۲۔ درست جواب کی نشان دہی کریں:

(i) متن کے مطابق ڈرامے کا سب سے متحرک اور مرکزی کردار ہے:

(الف) رفیق (ب) سعیدہ (ج) خالد (د) فقیر حسین

(ii) "دہلیز" اصنافِ ادب کے لحاظ سے ہے:

(الف) ناول (ب) ڈراما (ج) داستان (د) افسانہ

(iii) رفیق جرم کی دنیا میں گھرا رہا:

(الف) دس سال (ب) بارہ سال (ج) چودہ سال (د) سولہ سال

(iv) رفیق نے اپنے آپ کو قانون کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا:

(الف) دوسروں کو سبق سکھانے کے لیے (ب) خود کو چھپانے کے لیے

(ج) جُرم کی دنیا سے بچنے کے لیے (د) ضمیر کا بوجھ اتارنے کے لیے

(v) بیماری سے صحت یاب ہوا:

(الف) عابد (ب) خالد (ج) اختر (د) احمد علی

(vi) "انصاف ہی کے لیے تو مَیں یہ سب کر رہا ہوں سلامے!" اس جملے میں "سلامے" اسمِ علم کے مطابق ہے:

(الف) کُنیت (ب) عرف (ج) تخلص (د) خطاب

۳۔ متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مناسب لفظ کی مدد سے خالی جگہ پر کریں:

(الف) اگر تم نے ____ کی دال روٹی کھانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گا۔

(ب) فقیر حسین پہلے ____ ہے پھر غور سے سعیدہ کی طرف دیکھتا ہے۔

(ج) رفیق چند لمحے دروازے میں رُک کر ____ کی طرف دیکھتا ہے۔

(د) آج مَیں اتنا خوش ہوں کہ جی چاہتا ہے پیدل ساری ____ میں گھوم جاؤں۔

(ہ) احسان کے ____ سے اس کی برکت زائل ہو جاتی ہے۔

۴۔ آپ کے نزدیک ڈراما "دہلیز" کا سب سے فعال کردار کون سا ہے؟ اپنی بات کی وضاحت میں دلائل دیں۔

۵۔ طلبہ دینی اور اخلاقی تناظر میں توبہ کی فضیلت بیان کریں۔

۶۔ دی گئی عبارت کو پڑھیں اور پوچھے گئے سوالات کے جوابات دیں:

گزشتہ ہفتے ہمارے کالج کی طرف سے تفریحی مقام کی سیر کا انعقاد کیا گیا اور سیر کا مرکز "مری" کی وادی اور اس کا قرب و جوار طے پایا۔

Web version of PECTAA
Not for Sale

ہمارے تمام اساتذہ نے مل کر تمام انتظامات ترتیب دیے، بسوں کا انتظام کیا۔ ۳۰ رجون.......۲۰ءکو صبح ۹ بجے تک تمام طلبہ کالج میں جمع ہو کر بذریعہ کوسٹر سفر کے لیے روانہ ہو گئے۔ سفر چار گھنٹے کا تھا۔ مَیں نے اور میرے تمام دوستوں نے خوب مزے کیے۔ راستے میں ایک مسجد کے سامنے نمازِ ظہر ادا کرنے کے لیے کوسٹر روکی گئی۔ ہم سب نے باوضو ہو کر نماز ادا کی۔ مسجد کے قریب ہی ایک ڈھابا تھا۔ طلبہ نے وہاں سے گرما گرم پکوڑے، سموسے کھائے اور لطف اندوز ہوئے۔ کوسٹر دوبارہ منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہوئی اور دو ڈھائی گھنٹے کی مسافت کے بعد ہم مَری پہنچ گئے۔ سب سے پہلے ہمیں مَری کی مال روڈ کی سیر کا موقع میسّر آیا جہاں اردگرد کی دکانوں سے مَیں نے خشک میوہ جات کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی چیزیں خریدیں۔ مال روڈ کے بعد ہم نے وادیِ مری کی معروف گلیوں کی سیر کی۔ ہم گھوڑا گلی، چھانگلہ گلی اور نتھیا گلی بھی گئے۔ یہاں کا دل کش ٹھنڈا موسم ہمیشہ یاد رہے گا۔ مری میں ہمارا قیام مال روڈ کے کنارے ایک خوب صورت ہوٹل میں تھا۔ جب ہم سیر سپاٹے سے تھک گئے تو ہوٹل کا رُخ کیا۔ ایک رات آرام کے لیے ہوٹل کے چند کمرے کرائے پر لیے گئے تھے۔ باقی دوستوں کی طرح میں بھی تھکاوٹ سے چُور اپنے کمرے میں جاتے ہی لیٹ گیا اور صبح کہیں جا کے میری آنکھ کھلی۔ تمام طلبہ نے اپنے ساتھ آئے ہوئے اساتذہ کے ہمراہ ناشتا کیا۔ گیارہ بجے تک مزید سیر کا وقت مختص تھا۔ وقتِ مقررہ پر تمام لوگ ہوٹل میں اکٹھے ہوئے اور اپنا اپنا سامان باندھ کر واپسی کے لیے بارِ دگر بس میں سوار ہو گئے۔ اس سفر میں ہمیں اپنے اساتذہ کی قُربت بھی نصیب رہی اور تفریح کا موقع بھی میسّر آیا۔ مجھے یہ تفریحی دورہ ہمیشہ یاد رہے گا۔

سوالات:

- عبارت میں کس سفر کی رُوداد بیان کی گئی ہے؟
- مال روڈ سے کس چیز کی خریداری کی گئی؟
- سیر و سیاحت کے لیے کون سی تاریخ مقرر تھی اور سفر کا آغاز کس وقت ہوا؟
- سفر کے اختتام پر طلبہ کہاں پہنچے؟
- اس عبارت کا مناسب عنوان تجویز کریں۔

زبان شناسی:

حروف کی اقسام: اُردو میں حروف کی بہت سی اقسام ہیں، جن میں سے حرفِ بیان، حرفِ تاکید اور حرفِ علّت کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں۔ مزید چند ایک حروف کی اقسام درج ذیل ہیں:

حروفِ جار: وہ حروف ہیں جو اسما اور افعال کو آپس میں ملاتے ہیں۔ مثلاً: میں، سے، پر، تک، ساتھ، اوپر، نیچے، لیے، آگے، وغیرہ۔

حروفِ اضافت: وہ حروف ہیں جو اسموں کے باہمی تعلق اور ملکیّت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اُردو میں کا، کے، کی حروفِ اضافت ہیں۔

حروفِ عطف: وہ حروف ہیں جو اسموں یا جملوں کو آپس میں ملاتے ہیں۔ مثلاً: و، اور، نیز، پھر، بھی وغیرہ۔

حروفِ استفہام: وہ حروف ہیں جو کچھ پوچھنے یا سوال کرنے کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً: کیا، کیوں، کہاں، کب، کون، وغیرہ۔

حروفِ تشبیہ: وہ حروف ہیں جو کسی چیز کو دوسری چیز کے مانند قرار دینے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً: مانند، طرح، جیسا، وغیرہ۔

Web version of PECTAA Not for Sale

۷۔ کالم: الف میں سے کالم: ب کے تحت دیے ہوئے الفاظ کے مطابق حروف کی درست اقسام چن کر کالم: ج میں درج کریں:

کالم: الف	کالم: ب	کالم: ج
حرفِ جار	جیسا	
حرفِ اضافت	کہاں	
حرفِ عطف	کا	
حرفِ استفہام	اور	
حرفِ تشبیہ	پر	

۸۔ درج ذیل الفاظ پر درست اعراب لگائیں۔

آزردگی، کفارہ، سمندر، انتظام، چکمہ، اذیت

۹۔ سبق "دہلیز" کا خلاصہ تحریر کریں۔

مُکالمہ لکھنا:

مُکالمہ کے لغوی معنی ہیں کلام کرنا۔ اصطلاح میں دو یا دو سے زیادہ افراد کے مابین کسی موضوع سے متعلق گفت گو کرنے کو مُکالمہ کہتے ہیں۔ اچھا مُکالمہ وہ ہے جس میں روز مرہ بات چیت کا انداز اور بے تکلف لب و لہجہ اختیار کیا گیا ہو، جو حقیقی زندگی کے قریب ہو اور اندازِ گفت گو میں مخاطب کے مقام و مرتبہ کا خیال رکھا گیا ہو۔ مُکالمہ میں تمام کردار اپنی شخصیت، اپنے خیالات و تصوّرات کا اظہار عمدہ گفت گو سے کرتے ہیں۔ زبان و بیان پر قدرت اور کرداروں کی سیرت اور فطرت کی واضح تصویر کشی کے لیے مُکالمے بنیادی اہمیّت رکھتے ہیں۔

۱۰۔ "جدید ذرائع ابلاغ کی اہمیّت" کے موضوع پر تین طلبہ کے درمیان مُکالمہ تحریر کریں اور جماعت میں پیش کریں۔

۱۱۔ طلبہ مل کر قراردادِ پاکستان کو رول پلے کے انداز میں پیش کریں۔

سرگرمی برائے طلبہ:

- تحقیقی و تنقیدی کتب کی مدد سے اُردو ڈراما کی روایت پر ایک مضمون لکھیں۔

برائے اساتذہ کرام:

- ٹی وی ڈرامے کی تاریخ اور مختصر ارتقا سے آگاہ کریں۔
- ڈرامے کے بنیادی اجزا: پلاٹ، کردار، مکالمہ اور نقطۂ عروج سے آگاہ کریں۔

Web version of PECTAA Not for Sale